بلاک ۲: اکائی ۸: سیاست اور سیاسی ادارے

ترتیب

۸ ـ ۰ مقاصد
۸ ـ ۱ دیباچہ
۸ ـ ۲ متن کا پہلا حصّہ
۸ ـ ۳ متن کے پہلے حصّے پر گفتگو سے پہلے
۸ ـ ۴ متن کے پہلے حصّے پر گفتگو
۸ ـ ۵ اندازِ بیان کے بارے میں
مشق I
اپنا امتحان خود لیجیے I
۸ ـ ۶ متن کا دوسرا حصّہ
۸ ـ ۷ متن کے دوسرے حصے پر گفتگو سے پہلے
۸ ـ ۸ متن کے دوسرے حصّے کے بارے میں گفتگو
۸ ـ ۹ اندازِ بیان کے بارے میں
مشق II
اپنا امتحان خود لیجیے II
۸ ـ ۱۰ خُلاصۂ بحث
جوابات
مزید مطالعے کے لیے

۸ ـ ۰ مقاصد

زبان مختلف مسئلوں پر لکھنے یا بولنے کے لیے استعمال ہوتی ہے فقط

شعر و شاعری یا قصے کہانی ہی کے لیے نہیں۔ اس سبق میں آپ سیکھیں گے کہ سیاسی معاملات اور تصورات کو آسانی اور سہولت کے ساتھ کس طرح ادا کیا جاسکتا ہے۔ اس سبق کا مقصد آپ کو سیاسی معاملات پر لکھی جانے والی نثر سے آشنا کرانا ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ آج کے زمانے کے بنیادی سیاسی تصوّرات سے واقف کرانا بھی اس اکائی کا مقصد ہے۔

۸-۱ دیباچہ

جہاں انسان مل جل کر رہیں گے وہاں ان کو ایک دوسرے سے برتاؤ کے قانون بھی ضرور بنانے پڑیں گے اور بندوبست چلانے کے لیے مختلف طریقے اختیار کرنے اور مختلف جماعتیں بنانی ہوں گی، اسی کا نام سیاسیات ہے۔

انتظام چلانے یا حکومت کرنے کے مختلف طریقے اختیار کیے گئے اور آج بھی کئی طریقے اور تصوّرات رائج ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر اس اکائی میں کیا جائے گا تاکہ آپ ان اداروں اور طریقوں کو سمجھ سکیں اور ان کے پیچھے کام کرنے والے بنیادی خیالات سے واقف ہو جائیں اور (ii) اسی کے ساتھ ساتھ اچھی اور سادہ نثر میں اپنے خیالات کو ادا کرنے کا گُر بھی سیکھ جائیں اور (iii) اچھی نثر کی پہچان بھی کرنے لگیں۔

۸-۲ متن کا پہلا حصہ

جہاں انسان ہیں وہاں انتظام ہے، ایسا نہ ہو تو آدمی کو آدمی کھا جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ نباہ مشکل ہو جائے اسی لیے جب بھی انسان ایک جگہ رہنے لگتے ہیں انہیں انتظام کی ضرورت بھی محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ اس کام کے لیے مختلف لوگوں یا اداروں کو

قائم کرتے ہیں۔ اس انتظامی ضرورت ہی نے سیاسیات اور سیاسی اداروں کو جنم دیا ہے۔

انسان کو سماجی حیوان کہا گیا ہے کیونکہ انسان کا دوسرے سبھی انسان سے الگ تھلگ ہو کر زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ناولوں اور قصّوں میں ایسے انسانوں کا تصور بھی پیش کیا گیا جو ویران اور غیر آباد جزیروں میں رابنسن کروسو کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اپنے ہاتھ سے اپنی ضرورت کی سبھی چیزیں پیدا کرتے تھے اور خود اپنے آرام اور آسائش کا سامان فراہم کرتے تھے، مگر یہ سب قصّے کہانیوں کی باتیں ہیں۔ اس طرح اکل کھرے طریقے پر انسان کا زندہ رہنا ہی مشکل ہے اور اگر زندہ رہے بھی تو اس کی زندگی جانوروں ہی کی طرح ہوگی اسی لیے کسی نے کہا:

گر بشر ہو کسی کے کام آؤ
ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

مگر جس لمحے آپ دوسرے انسانوں کے ساتھ رہنے بسنے کے لیے تیار ہوتے ہیں اسی وقت آپ مختلف سوالوں میں گھر جاتے ہیں۔ اوّل تو جب انسان پیدا ہوتا ہے اس وقت اس کے اختیار میں یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسانوں کے درمیان رہے یا تنِ تنہا رہنے کا فیصلہ کرے یا اپنا معاشرہ خود تلاش یا طے کرے وہ تو پہلے سے رہنے بسنے والے اور ایک خاص معاشرے اور ایک خاص تہذیب میں رہنے والوں کے درمیان پیدا ہوتا ہے، ہوش سنبھالتا ہے تو انہیں کے بیچ۔

اور اس طرح اپنی پسند اور ناپسند کے پیمانے بھی وہی اختیار کرتا چلا جاتا ہے جو ارد گرد کے لوگوں کے ہوتے ہیں۔ لیکن بڑا ہو کر یہ سوال اس کے سامنے ضرور آتا ہے کہ اس کا ان دوسرے انسانوں سے رشتہ کیا ہے؟ جو اس کے ماں باپ، بھائی بہن یا رشتے دار اور پڑوسی ہیں ان کی بات تو صاف اور واضح ہے۔ لیکن ان کے علاوہ جو لوگ اس کے چاروں طرف رہتے بستے ہیں کیا وہ اس کے اپنے ہیں یا اس کے دشمن ہیں یا ان سے اس کا

کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اس کے کھانے کے لیے اناج اُگاتے ہیں، اس کے تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا بُنتے ہیں یا اس کی ضرورت کی ہزاروں چیزیں فراہم کرتے ہیں، بیماری آزاری میں اس کے کام آتے ہیں ان کے لیے پینے کا پانی اور اس کی حفاظت کے لیے روشنی اور اس کے چولہے کے لیے لکڑی، تیل یا گیس دیتے ہیں۔ اب ان کی طرف اس کا رویہ کیا ہو ؟

پہلے پہل انسان نے ایک دوسرے کو مختلف پیشوں اور مختلف کاموں کے ذریعے پہچاننا چاہا۔ اسی بنیاد پر مختلف جاتیں بن گئیں، کچھ کا کام زندگی کی ضرورت کی چیزیں فراہم کرنا ٹھہرا، کچھ کاروبار میں لگ گئے کچھ نے درندوں اور اردگرد کے دشمنوں سے حفاظت کا کام اپنے ذمّے لے لیا کچھ نے پڑھنے پڑھانے اور انتظام کرنے کا کام سنبھالا۔ یہ سب ہوا تھا انتظامی ضرورتوں سے مختلف کاموں کو آپس میں بانٹنے کی خاطر مگر دھیرے دھیرے اصل مقصد نظروں سے اوجھل ہو گیا اور یہ مختلف جاتوں یا جاتیوں کی شکل میں اختیار کر گیا اور ایک جاتی کے لوگوں کو دوسری جاتی کے لوگوں سے بڑا یا اونچا سمجھا جانے لگا۔ حد یہ ہو گئی کہ اس بنیاد پر چھوت چھات برتی جانے لگی اور آپس میں شادی بیاہ تو دور رہا کھانے پینے اور آپسی بھائی چارے کا سلسلہ بھی ختم سا ہو گیا۔

لیکن کچھ یکساں قسم کی ضرورتوں نے کچھ باہری خطروں نے کچھ قدرتی وباؤں اور آفتوں نے کچھ اندرونی دباؤ نے انسانوں کی مختلف جاتیوں، برادریوں اور قبیلوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا۔

اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں جب دنیا کی تقسیم ملکوں کی بنیاد پر ہونے لگی تو قوم کا تصور سامنے آیا۔

'قوم' کیا ہے اور انسانوں کے کسی گروہ کو کب قوم کہا جا سکتا ہے ؟ یہ سوالات خاصے پیچیدہ ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قوم کہلانے کے لیے ضروری ہے کہ لوگ کسی ایک علاقے میں رہتے بستے ہوں اس لحاظ سے

قوم کہلانے والے لوگ لازمی طور پر کسی ایک علاقے کے رہنے والے ضرور ہوتے ہیں اور اس علاقے کے جغرافیائی حالات، معاشی ضرورتیں اور آپسی لین دین انہیں ایک دوسرے سے قریب کر دیتے ہیں اور وہ دھیرے دھیرے ایک قوم بنتے جاتے ہیں۔

بعض دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ صرف ایک علاقے میں رہنا ہی کافی نہیں ہے، قوم کے لیے مشترک تاریخ بھی ضروری ہے ان کا حال ہی ایک سا نہ ہو ماضی بھی کم و بیش یکساں ہو کم سے کم وہ اپنے ملک کی تاریخ کا ایک دوسرے سے ملتا جلتا تصور ضرور رکھتے ہوں۔ جغرافیے اور تاریخ کے بعد تہذیب کا نمبر آتا ہے اور اس خیال کا اظہار کیا جاتا رہا ہے کہ مشترک تہذیب کے سانچے میں ڈھل کر لوگوں کی آبادی قوم بنتی ہے اور ہر قوم اپنی خاص تہذیبی پہچان رکھتی ہے۔

جغرافیہ، تاریخ اور تہذیب کے لفظ خاصے وسیع ہیں اور تہذیب میں کم سے کم دو عناصر کا بہت بڑا حصّہ ہے: ایک زبان کا اور دوسرا مذہب کا۔ ان حصوں پر بعض لوگوں نے اتنا زور دیا ہے کہ زبان کو قوم کی پہچان قرار دیا گیا۔ بعض نے مذہب کو قوم کی بنیاد بتایا۔ خود ہمارے ملک میں بھی اس قسم کے خیالات عام رہے ہیں۔ بعض لوگ مسلمانوں کو الگ قوم کہتے ہیں، بعض سکھوں کو ان کا مذہب مختلف ہونے پر مختلف قوم قرار دیتے ہیں۔ غرض جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ قوم کی پہچان کے چند بنیادی عناصر البتہ: مشترک علاقہ

مشترک تاریخ

مشترک تہذیب

زبان

مذہب

کو قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن آج کی دنیا میں بھی ایسی قوموں کی بہت سی مثالیں ہیں جن میں نہ یکساں تاریخ کا تصوّر ہے نہ یکساں

تہذیب کا۔ ایسی قومیں بھی ہیں جو ایک سے زیادہ زبانیں بولتی ہیں اور ان کے لوگ ایک سے زیادہ زبانیں اور مختلف زبانیں بولتے ہیں۔

لہٰذا یہ کہنا شاید بے جا نہ ہو کہ قوم کو قوم بنانے والا سب سے بڑا جذبہ تو ان کی اپنی اندرونی خواہش ہے۔ اگر وہ اپنی اپنی الگ پہچانوں کو قائم رکھنے کے باوجود اپنائیت اور یگانگت محسوس کرتے ہیں تو وہ ایک قوم بن جاتے ہیں اور ان کے درمیان نئے رشتے پیدا ہونے لگتے ہیں۔ یہی شعور اور یہی احساس قوم کی بنیاد ہے۔

۸ ۔ ۳ متن کے پہلے حصے پر گفتگو سے پہلے

یوں تو اس متن میں کچھ خاص مشکل الفاظ استعمال ہی نہیں ہوئے ہیں لیکن پھر بھی اگر آپ کو بعض الفاظ کے معنی معلوم نہ ہوں تو انہیں لغت کی مدد سے حل کرنے کی کوشش کریں۔

ہر مرتبہ ہر قسم کی دشواریوں کو حل کر کے آپ کو آرام طلب اور کاہل بنانا اس سبق کا مقصد نہیں ہے یہاں ہم آپ کی صرف اتنی مدد کریں گے کہ چند ایسے الفاظ کی نشان دہی ضرور کریں گے جنہیں آپ لغت میں ضرور دیکھیں۔

یہ الفاظ ہیں :

آسائش =

اکل کھرے = اکل + کھرے

معاشرہ =

معاشی = معاش + ی

عناصر = عنصر کی جمع ہے۔ عنصر کو لغت میں دیکھیں

یگانگت = یگانہ + گت

شعور =

احساس =

اس کے علاوہ بعض ایسے الفاظ بھی ہیں جو کسی کا نام ہیں۔ جیسے رابنسن، یہ لغت میں نہیں ملے گا۔ اس نام کا ایک مشہور ناول انگریزی زبان میں لکھا گیا ہے جو ایک ایسے کردار کی داستان ہے جس کا جہاز طوفان میں پھنس گیا تھا اور وہ تنہا ایک جزیرے پر کچھ مدّت کے لیے زندگی گزارنے پر مجبور ہوگیا تھا۔ ناول میں اسی کی تنِ تنہا زندگی گزارنے کی کہانی بیان ہوئی ہے۔

۸ ۔ ۴ متن کے پہلے حصّے پر گفتگو

اوپر کی عبارت میں سیاست کے دو بنیادی لفظوں سے بحث کی گئی ہے۔ ایک تو خود "سیاست" ہی کا لفظ ہے۔ اس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس سے مراد کسی برادری یا انسانوں کے کسی گروہ کا انتظام چلانے سے ہے حالانکہ بعد کے زمانے میں یہ لفظ برے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا مثلاً سیاست چلانے سے یہ مطلب لیا جانے لگا کہ آپ اپنا گروہ بنا کر کسی دوسرے شخص یا گروہ کے خلاف سازش کر رہے ہوں لیکن دراصل سیاست اور سیاسی نظام سے صرف سماجی انتظام ہی مراد لی جانی چاہیے۔ دوسری اصطلاح قوم ہے۔ "قوم" کا لفظ سیاست کی لغت میں نہایت اہم ہے کیونکہ ہر قوم جو خود کو آزاد تصوّر کرتی ہے اپنے طور پر انتظام اور بندوبست کا کوئی طریقہ اختیار کرتی ہے اور اسی طریقے کو اس کا سیاسی نظام کہا جاتا ہے۔

لہٰذا یہ سمجھنا ضروری ہے کہ 'قوم' کسے کہتے ہیں اور انسانوں کی کسی جماعت میں کون سی باتیں پیدا ہوں کہ انہیں قوم کہا جائے۔ اس سبق کے پہلے حصّے میں انہیں دونوں اصطلاحوں سے بحث کی گئی ہے۔

۸ ۔ ۵ انداز بیان کے بارے میں

اس عبارت کو ایک بار پھر پڑھیے۔ اس بار آپ کا مقصد صرف یہ

جاننا نہیں ہوگا کہ اس میں کیا باتیں بیان کی گئی ہیں بلکہ یہ دیکھنا بھی ہوگا کہ باتوں کو کہنے اور بیان کرنے کا کیا انداز اختیار کیا گیا ہے۔

اس بیان میں آپ کو دو باتیں ملیں گی ایک استدلالی انداز یعنی دلیل پر بیان کو قائم کرنے کی کوشش اور دوسرے سیدھے سادے لفظوں میں اصطلاحوں کو واضح کرنے کا خیال۔ یہ دونوں کام خاصے مشکل ہیں۔

اچھی نثر کی بھی یہی پہچان ہے کہ اس میں صراحت ہو اور اس کی بنیاد دلیل پر ہو وہ محض جذبات کو بھڑکانے کا ذریعہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس میں خیال کی قوت اور بات کرنے کا سلیقہ موجود ہونا چاہیئے اس لحاظ سے اس عبارت پر نظر ڈالیے پہلا جملہ ہی دلیل پر قائم ہے:

"جہاں انسان ہیں وہاں انتظام ہے"

یعنی اگر انسان سماجی حیوان ہے اور دوسروں کے ساتھ رہنے پر مجبور ہے تو اس کے لیے کسی نہ کسی قسم کا بندوبست اور انتظام کرنے کی ضرورت بھی لازم ہے۔

اس پوری عبارت میں صرف دو ہی اصطلاحیں استعمال ہوئی ہیں اور یہ وہ اصطلاحیں ہیں جن کی وضاحت کی گئی ہے یعنی 'سیاست' اور 'قوم'، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ سماجی اور طبیعی علوم میں اصطلاحوں کے بغیر بات کہنا بہت مشکل ہے۔ اس عبارت کے انداز بیان میں آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ رابنسن کروسو کا ذکر مثال دینے کے لیے کیا گیا ہے یعنی مشہور ناولوں یا قصوں کے مشہور کرداروں کی مثالوں سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ اس سے نثر کی دلچسپی بھی بڑھتی ہے اور بات بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

مشق I

۱۔ متن کے پہلے حصے کا عنوان تجویز کیجیے۔

۲۔ اس عبارت میں کن اصطلاحوں کی وضاحت کی گئی ہے؟
۳۔ 'سیاست' کا کیا مفہوم بیان کیا گیا ہے؟
۴۔ 'قوم' کے لیے کن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے؟
۵۔ مندرجہ ذیل لفظ واحد ہوں تو ان کی جمع اور جمع ہوں تو ان کی واحد لکھیے:

انتظامات	علم	خیالات	اصطلاح
اقوام	فکر	دلیل	لفظ

اپنا امتحان خود لیجیے I

۱۔ متن کے پہلے حصے کی انداز بیان کے اعتبار سے کیا خصوصیات ہیں ؟
۲۔ تین ایسے ملکوں کے نام لکھیے جن میں ایک ہی مذہب، ایک ہی زبان، ایک ہی تہذیب اور ایک ہی تاریخی تصور رکھنے والے لوگ آباد ہیں۔
۳۔ ایسے تین ملکوں کے نام لکھیے جن میں ایک مذہب کے بجائے مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ آباد ہیں اور مختلف نسلوں کے لوگ آباد ہیں جن کا تاریخ اور تہذیب کا تصور ایک دوسرے سے الگ ہے۔
۴۔ "انسان سماجی حیوان ہے" اپنے لفظوں میں تشریح کیجیے۔
۵۔ اس جملے کی تشریح اپنے الفاظ میں کیجیے:

"جہاں انسان ہیں وہاں انتظام ہے"

(زیادہ سے زیادہ ۳۰ الفاظ میں)

۶۔ اچھی نثر کی دو اہم خصوصیات بیان کیجیے۔

(جوابات آخر میں دیے گئے ہیں)

۸۔۶ متن کا دوسرا حصہ

فرد جب قوم بنتے ہیں تو انتظام اور بندوبست کے طریقے بھی

سوچتے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ تھا کہ شروع شروع میں جب کسی قبیلے یا برادری نے اپنے میں سے کسی کو عقل مند اور ہوشیار یا بڑا بوڑھا سمجھا ہوگا اسے اپنا سر دھرا یا بزرگ مان لیا ہوگا اور اسے جسمانی محنت کے کام کرنے کے بجائے انتظامی معاملات کو سنبھالنے کی ذمہ داری سپرد کر دی ہو گی۔ بعد کو اسی کے خاندان کے لوگ انتظام سنبھالنے لگے اور راجا اور بادشاہ کہلانے لگے۔ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہونے لگا اور اسی کے کہے کو سب لوگوں نے قانون سمجھ لیا کیونکہ فوج اور پولیس بھی اسی کے ساتھ تھی اور عدالتیں اور عدالتوں میں 'انصاف' کرنے والے بھی اسی کے تھے۔ انتظام کے اسی طریقے کو شہنشاہیت یا ملوکیت کہا جانے لگا اور یہ نظام مدتوں سے چلتا رہا۔ آج بھی ایسے چند ممالک ہیں جہاں یہ نظام رائج ہے مثلاً انگلستان، نیپال وغیرہ۔

دھیرے دھیرے لوگوں کو یہ خیال آیا کہ ایک خاندان کے لوگ ہی کیوں حکومت کریں۔ حکومت اور انتظام کا تعلق تو سبھی لوگوں سے ہے اس لیے عام لوگوں کا بھی اس میں کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ہونا چاہیے۔

ملوکیت اور شہنشاہیت میں ایک اور خرابی یہ بھی تھی کہ ایک شخص یعنی بادشاہ کی زبان ہی قانون تھی۔ وہ جس کو چاہتا ترقی دیتا جسے چاہتا پھانسی پر چڑھا دیتا، اس کا ہاتھ روکنے والا کوئی بھی نہ تھا اس لیے بھی اس نظام میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہونے لگی تاکہ عام انسانوں کی قسمت صرف ایک شخص کے رحم و کرم پر نہ رہے بلکہ انصاف اور اصول کے مطابق عمل درآمد ہو۔ اس طریق کار میں سب سے بڑی تبدیلی آئی مساوات اور برابری کے تصور سے جس کے زیر اثر انگلستان کے لوگوں نے اپنے بادشاہ چارلس اوّل کو پھانسی پر چڑھا دیا اور فرانس کے انقلاب میں نہ صرف فرانس کے بادشاہ لوئی چہار دہم اور اس کی ملکہ میری انٹائینٹ کے سر قلم کر دئے گئے بلکہ ملک سے شہنشاہیت کا رواج ہی ختم کر دیا گیا اور بادشاہت کی جگہ عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی جماعت حکومت کا

کام کاج دیکھنے لگی۔ اس طرح سیاسی انتظام میں ایک دوسرا طریقہ وجود میں آیا جسے پارلیمانی جمہوریت کا نام دیا جاتا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ یہ دوسرا طریقہ پرانے زمانے میں رائج نہ رہا ہو۔ قدیم یونان کی چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں ہوں یا سلطنتِ روما کی سینٹ یا خود ہمارے ملک ہندوستان کی پنچایتیں ان سب میں مل جل کر انتظام کرنے کا یہی طریقہ تھا۔ جس میں سب باہمی مشورے سے کام کرتے تھے، مگر جب آبادی بڑھنے لگی اور شہر بھی اتنے بڑے ہو گئے کہ ان کے سبھی رہنے والوں کو ایک جگہ جمع کرنا ممکن نہ رہا تو اس جمہوری نظام کی شکل بدلی اور سب باشندوں کے بجائے ان کے نمائندوں کے مشوروں سے کام چلایا جانے لگا۔

اس سے انتخابات کا طریقہ نکلا، ہر شہری کو ووٹ دینے کا حق ملا۔ اس حق کے ملنے میں بھی بڑی دقتیں تھیں۔ پہلے یہ حق سب کے لیے نہیں تھا صرف گنے چنے لوگوں کو ملا تھا بعد میں یہ اصول مان لیا گیا ہے کہ ریاست کے سبھی باشندے برابر کا حق رکھتے ہیں اور ہر شہری کا ایک ووٹ ہوگا، مگر شہریوں میں تو عورتیں بھی شامل تھیں انھیں خاصی مدت تک برابری کا یہ درجہ نہیں دیا گیا مگر اب جمہوریت میں عورتوں کو بھی مردوں کے برابر حق مل گیا اور ان کو بھی ووٹ دینے اور اپنے نمائندے چننے کا اختیار حاصل ہو گیا ہے۔ یہ نمائندے مختلف سیاسی پارٹیوں کے امیدوار ہوتے ہیں اور سیاسی پارٹیاں اپنے اپنے اصول اور پروگرام کی بنیاد پر الیکشن لڑتی ہیں۔ جس پارٹی کے امیدوار زیادہ تعداد میں کامیاب ہوتے ہیں وہی پارٹی حکومت بناتی ہے اور اسی پارٹی کا رہنما ملک کا وزیر اعظم چن لیا جاتا ہے۔ پارلیمانی جمہوریت کے بنیادی اصول یہی ہیں۔

اس کے علاوہ آج کی دنیا میں ایک اور طریقہ اشتراکی یا سوشلسٹ طرز کا بھی ہے۔ اس میں بھی انتخابات ہی کے ذریعے لوگوں کے نمائندے چنے جاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اشتراکی نظام والے ملکوں میں الگ الگ سیاسی پارٹیاں نہیں ہوتیں ایک ہی سیاسی پارٹی ہوتی ہے

اور وہی اپنے امیدوار کھڑے کرتی ہے۔ عوام کو اس کا اختیار ہوتا ہے کہ اس کے حق میں ووٹ دیں یا اس کے خلاف۔ انھیں یہ بھی حق حاصل ہوتا ہے کہ یہ امیدوار اگر منتخب ہو بھی جائے اور ان کی توقعات کے مطابق کام نہ کرے تو اسے واپس بلالیں اور اس کی پارلیمانی رکنیت ختم کردیں۔

یہ چند اہم طریقے سیاسی انتظام کے ہیں جو آج کی دنیا میں رائج ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی طریقے ہیں، لیکن آج دنیا کے زیادہ تر ممالک انہیں تین طریقوں کو تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ بعض مفکرین یہ خواب بھی دیکھ رہے ہیں کہ انہی انتظامی طریقوں کے مطابق پوری دنیا کا نظام چلایا جائے اور ساری انسانی برادری اس طرح ایک ہو جائے۔

۸۔۷ متن کے دوسرے حصے پر گفتگو سے پہلے

آپ اس حصے میں مشکل لفظ کم پائیں گے۔ کوئی ضروری بات بھی نہیں ہے کہ ہر عبارت میں مشکل لفظ ہی ہوں۔ آپ نے یہ بھی اندازہ کیا ہوگا کہ اصل میں جو لفظ بہت آسان ہوتے ہیں انہی کو سمجھانا اور ان کا مطلب بتانا سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔

ہم البتہ آپ کا دھیان اصطلاحات کی طرف ضرور دلانا چاہیں گے۔ آپ کسی علم یا کسی فن کی بات کریں آپ کو اصطلاحیں ضرور استعمال کرنی پڑتی ہیں۔ یہ اصطلاحیں آہستہ آہستہ اتنی بڑھ جاتی ہیں کہ اس علم و فن کے متعلق لکھنا صرف ماہروں کا کام رہ جاتا ہے اور کوئی عام آدمی جو ان اصطلاحوں سے واقف نہ ہو ان کتابوں کو یا اس مضمون کو سمجھ نہیں سکتا۔

اصطلاح کی ضرورت اس لیے پڑتی ہے کہ آپ بار بار ایک اصول کی ہر تفصیل کو اپنے مضمون میں دُہرانا نہیں چاہتے۔ اگر آپ

ہر اصول کی تفصیل دہرائیں تو عبارت بھی غیر دلچسپ ہو جائے اور بات بھی بہت پھیل جائے۔ مثال کے طور پر کسی چیز یا کسی عدد کو دوسرے عدد کے برابر قرار دینے کو آپ نے مساوات کا نام دے دیا اور ریاضی میں صرف اس نام ہی کو استعمال نہیں کیا بلکہ اس کے لیے علامت = بھی مقرر کر لی۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ ۲ + ۳ = ۵ کو اس طرح لکھ سکے۔

اسی طریقے کی اصطلاحیں سیاست میں بھی استعمال ہوتی ہیں مثلاً:

ووٹ۔ حق رائے دہندگی FRANCHISE یا ملوکیت وغیرہ۔

جو عبارت آپ نے ابھی پڑھی ہیں ان میں جو اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں ان کی فہرست تیار کیجیے اور اس عبارت میں ان کے جو معنی بیان کیے گئے ہیں انہیں لکھ لیجیے۔

---

۸ ـ ۸ متن کے دوسرے حصے کے بارے میں گفتگو

اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب انسان کسی ایک جگہ رہتے ہیں تو ان کے درمیان ضابطوں اور اصولوں کا بندھن پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک خاندان برادری، قبیلہ اور پھر قوم بن جاتے ہیں۔ پھر قوم کو انتظامی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس عبارت میں دکھایا گیا ہے کہ اب تک سیاسی انتظام کے عام طور پر کون سے طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ یوں تو سیاست کا اتنا ایک اہم موضوع ہے کہ ان میں سے ہر طریق انتظام کی اچھائیوں اور برائیوں میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، لیکن یہاں صرف ملوکیت، جمہوریت اور اشتراکیت ہی سے بحث کی گئی ہے اور ان کے بنیادی عناصر واضح کیے گئے ہیں۔

ملوکیت کی بنیاد نابرابری ہے یعنی ایک شخص جسے بادشاہ کہا جاتا ہے وہ باقی سب لوگوں سے بڑا اور سب سے اعلیٰ اور برتر مانا جاتا ہے اس کو سبھی اختیار حاصل ہوتے ہیں اور اس کے منہ کا نکلا ہوا لفظ

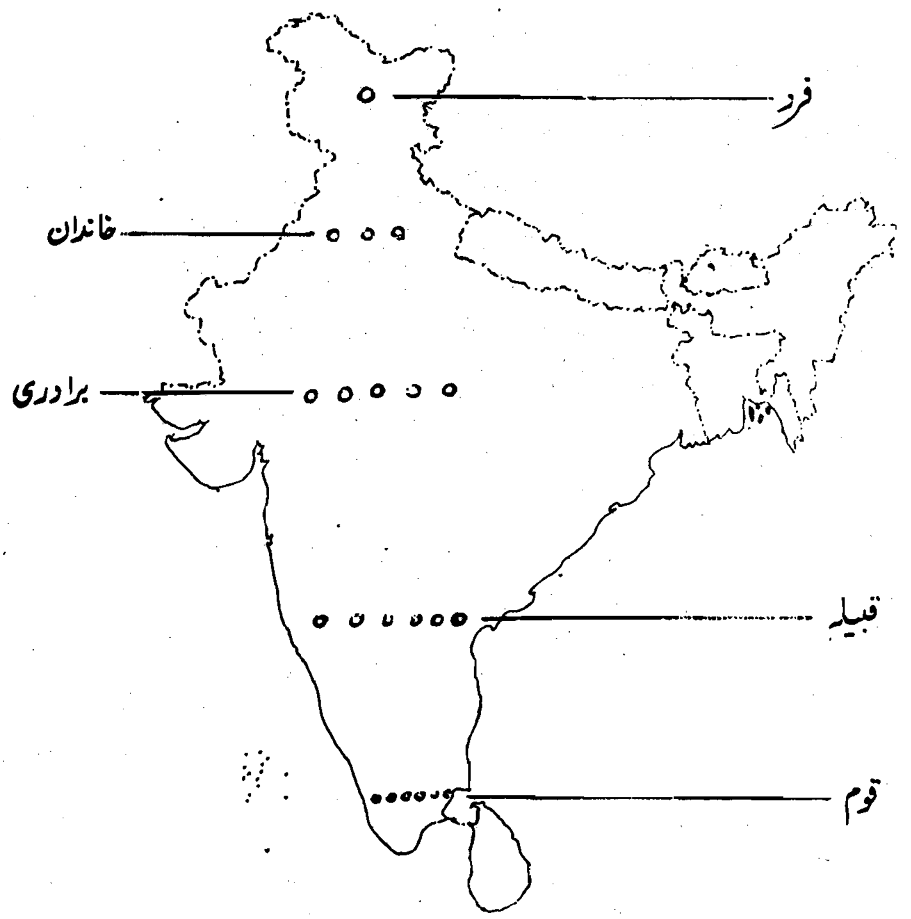

قانون ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ جمہوریت کا ہے جس کی بنیاد محدود مساوات پر ہے یعنی سب مل جل کر حکومت کرتے ہیں مگر شکل اس کی یہ ہوتی ہے کہ سیاسی پارٹیاں اپنے امیدوار کھڑے کرتی ہیں اور سب لوگ ان میں سے کسی امیدوار کو ووٹ دے کر منتخب کرتے ہیں تیسرا طریقہ اشتراکیت کا ہے جس کی بنیاد مساوات ہے مگر یہاں کوئی فرد نہیں پارٹی اپنے امیدوار کھڑے کرتی ہے اور عوام کو ان امیدواروں کے حق میں یا ان کے خلاف ووٹ دینے کا حق ہے۔

۸-۹ انداز بیان کے بارے میں

اب ذرا ایک بار اس عبارت کو پھر پڑھیے۔ اس بار صرف انداز بیان

کے خیال سے۔ ذرا دیکھیے کہ لکھنے والے نے اپنی بات کس طرح اور کن لفظوں میں ادا کیا ہے۔

اس میں پوری بات کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر لیا گیا ہے اور پھر ان میں سے ہر حصّے کو ایک ایک پیراگراف میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ خیال پیش کیا گیا ہے کہ جب لوگ ایک جگہ بسنے لگتے ہیں تو ان کو انتظام کے طریقے، سوچنے اور اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اس کے بعد یہ خیال پیش کیا گیا ہے کہ اس قسم کے انتظام کا جو طریقہ شروع میں برتا گیا ہے وہ ملوکیت کا تھا اس کے بعد اگلے پیراگراف میں تبدیلی کا ذکر ہے یعنی جب دھیرے دھیرے یہ خیال پیدا ہوا کہ سب انسان برابر ہیں اور ان سب کو مل کر حکومت چلانی چاہیے تو جمہوریت کا چلن ہوا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مضمون لکھنے کا بھی ایک طریقہ ہے پہلے آپ کو جو بات کہنی ہے اسے طے کر لیجیے پھر اس بات کے مختلف حصّے کیجیے اور ہر حصّے کے بارے میں ضروری باتیں لکھتے جائیے۔ اس طرح کی پہلی مشق کا نام ہے تجزیہ اور دوسرے کا نام ہے ربطِ کلام۔ یعنی ایک بات کا دوسری بات سے رشتہ قائم کرنا۔ اس طرح جب آپ مضمون لکھیں گے یا پڑھیں گے تو ایک بات کی کڑی دوسری بات سے جڑتی چلی جائے گی۔

ایک اور بات پر بھی آپ نے غور کیا ہوگا کہ اس عبارت میں چھوٹے چھوٹے جملے استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی بات کو فقط آسان لفظوں ہی میں نہیں چھوٹے چھوٹے جملوں میں ادا کیا جائے تاکہ سننے والے کو دیر تک توجہ صرف نہ کرنی پڑے۔ لمبے جملے کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس کے ختم ہوتے ہوتے اس کے شروع کا حصّہ سننے والے کے ذہن سے نکل جاتا ہے، چھوٹا جملہ یاد رہتا ہے اور زیادہ اثر کرتا ہے۔

اس طرح تجزیہ، ربطِ کلام اور اختصار اس عبارت کی خصوصیتیں کہی جا سکتی ہیں۔

مشق II

۱۔ ملوکیت کسے کہتے ہیں ؟

i ________________________

ii ________________________

iii ________________________

۲۔ ملوکیت کو رد کرنے کے دو بنیادی اسباب بیان کیجیے ۔

۳۔ خالی جگہ بھریے :

________ کی بنیاد برابری اور مساوات پر ہے ۔

۴۔ اصطلاح کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے ؟

۵۔ تجزیے سے کیا مراد ہے ؟

اپنا امتحان خود لیجیے II

۱۔ آپ کے خیال میں انسانوں کو پیشے کے اعتبار سے تقسیم کرنے سے کیا فائدے اور کیا نقصانات ہوئے ؟ (۱۰ جملے)

۲۔ سیاسی انتظام چلانے کے تین اہم طریقے کون سے ہیں ؟

۳۔ جمہوریت کسے کہتے ہیں ؟ (۵ جملے)

۴۔ آپ کی رائے میں سیاسی انتظام کا کون سا طریقہ بہتر ہے اور کیوں ؟ (۱۰ جملے)

۵۔ چھوٹے جملے لکھنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے ؟

۶۔ ہندوستان میں سیاسی انتظام کا کون سا طریقہ رائج ہے ؟

۸۔۱۰ خلاصۂ بحث

آپ نے دیکھا جس طرح انسانوں نے حکومت کرنے کے قاعدے

اور اصول طے کیے ہیں۔ اسی طرح لفظوں کے برتنے کے بھی اپنے اصول ہیں اور انہی اصولوں کو برتا جائے تو کسی قسم کی بات کیوں نہ ہو، تاثیر اور وضاحت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے اور اس میں دلچسپی اور تاثیر دونوں پیدا ہو سکتی ہیں۔ سیاست کے اصول بھی اسی طرح زیادہ صاف طریقے پر بیان کیے جا سکتے ہیں۔

جوابات

مشق I

۱۔ انتظام علوم خیال اصطلاحات قوم افکار
دلایل الفاظ

اپنا امتحان خود لیجیے I

۲۔ انگلستان ، جاپان ، فرانس

۳۔ سوویت یونین، سوئزرلینڈ ، ہندوستان

۶۔ صراحت اور دلیل

اپنا امتحان خود لیجیے II

۲۔ ملوکیت یا شہنشاہیت
جمہوریت
اشتراکی یا سوشلسٹ

۶۔ جمہوریت

مزید مطالعے کے لیے

۱۔ سیاسی ادارے — نورالحسن ہاشمی لکھنؤ

۲۔ سیاست — محمد مجیب۔ مکتبہ جامعہ دہلی